السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی دینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آج کل بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ حضرات صحابہ کرام، ائمہ وفقہاء اور سلف صالحین سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟ (عائشہ صدیقہ، بر منگھم

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

بعض اہل علم میت کی طرف سے قربانی کے قائل ہیں۔ ان میں عبداللہ بن مبارک شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے لیکن قربانی نہ کی جائے اور اگر قربانی کی جائے تو خود اس میں سے کچھ نہ کھایا جائے، سارے کا سارا صدقہ کر دیا جائے۔

اس موضوع پر مزید بحث کرنے سے قبل مندرجہ ذیل دو حدیثوں کا جائزہ لیا جاتا ہے:

1۔ امام ترمذی حضرت علی کی یہ روایت لائے ہیں کہ دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے۔ ایک اپنی طرف سے اور ایک نبی کریم کی طرف سے۔ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اس بات کا حکم مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے، اس لیے میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ ایسی ہی روایت امام ابوداؤد نے بھی سنن میں ذکر کی ہے۔ (سنن ابی داؤد، الضحایا، حدیث: 2790، وجامع الترمذی، الاضاحی، حدیث: 1495)

امام حاکم نے اپنی روایت میں دو دو مینڈھوں کا ذکر کیا ہے، یعنی اپنی طرف سے دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دو۔

(مؤلف کو یہاں تسامح ہوا ہے کیونکہ مستدرک حاکم میں بھی ایک ایک مینڈھا ذبح کرنے کا تذکرہ ہے۔ (المستدرک للحاکم: 5 255، حدیث، 7556) ہاں! مسند ابی یعلیٰ میں ایک روایت ہے کہ مجھے (علی کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ میں آپ کی طرف دو مینڈھے ذبح کیا کروں۔ (مسند ابی یعلیٰ: 1 355) اس روایت کے راوی وہی ہیں جو سنن ابی داؤد اور سنن الترمذی میں اس حدیث کے راوی ہیں، اس لیے یہ حدیث بھی ضعیف ہے)۔

2۔ امام ترمذی اور امام ابوداؤد دونوں نے حضرت جابر سے یہ روایت بیان کی ہے:

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ میں نماز پڑھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ختم کرنے کے بعد منبر سے اترے۔ آپ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا تو آپ نے یہ کہتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا:

«بسم اللہ واللہ أکبر، ہذا عنی وعمن لم یضح من أمتی»

'اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان تمام لوگوں کی طرف سے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔،،

میت کی طرف سے قربانی کے جواز کا دارومدار ان دو احادیث پر ہے۔ اب آئیے ملاحظہ کریں کہ محدثین نے ان دونوں احادیث کی سند کے بارے میں کیا لکھا ہے؟

پہلی حدیث کی سند میں امام ترمذی کے بعد راویوں کی ترتیب اس طرح ہے:

محمد بن عبید المحاربی الکوفی: جو کہ امام ترمذی کے شیخ ہیں۔

شریک بن عبداللہ القاضی: فیہ مقال وہو سیئ الحفظ، ان کے بارے میں اعتراض کیا گیا ہے اور حافظے کے اعتبار سے وہ اچھے نہیں ہیں۔ امام مسلم نے متابعات یعنی حدیث کے شواہد کے طور پر ان کی حدیث کو لیا ہے۔

ابوالحسناء: مجہول ہیں، حکم بن عتیبہ سے ان کی روایت معروف نہیں ہے۔

حکم بن عتیبہ: ثقہ اور قابل اعتبار ہیں۔

حنش بن معتمر الکنانی: حضرت علی کے اصحاب میں سے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حدیث ضعیف ہے۔

دوسری حدیث کی سند میں حضرت جابر سے روایت کرنے والے مطلب بن عبداللہ بن حنطب ہیں۔ ان کے بارے میں کہا گیا کہ حضرت جابر سے ان کا سماع ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کثرت سے تدلیس اور ارسال کیا کرتے تھے۔ اس حدیث میں انہوں نے جابر سے سننے کی تصریح نہیں کی، ابوحاتم الرازی نے بھی ان کی عدم سماعت کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے بیٹے عبدالرحمن الرازی کہتے ہیں: معلوم ہوتا ہے کہ وہ جابر تک پہنچے ہوں۔ ''یشبہ اَن یکون اَدرکہ،،

گویا اس حدیث کی سند میں بھی اشتباہ ہے۔

شارح ترمذی محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارکپوری تحفۃ الاحوزی میں لکھتے ہیں:

میت کی طرف سے انفرادی طور پر قربانی کرنے کے بارے میں مجھے ایک بھی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی۔

حضرت علی کی حدیث ضعیف ہے، اس لیے اگر کوئی شخص میت کی طرف سے انفرادی طور پر بھی قربانی کرے تو احتیاط سب کا سب صدقہ دے دے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی 5: 66)

رسول اللہ ﷺ کی امت کی طرف سے قربانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا اور اپنی قربانی میں ان کو شریک کرنا آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، البتہ اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنا آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ منسوخ ہی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام ایک ایک قربانی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے کیا کرتے تھے۔ کسی بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ وہ بھی امت کی جانب سے قربانی کیا کرتے ہوں اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کرتے ہوں۔،،

(تحفۃ الاحوذی 5: 66)

آخر میں شیخ محمد بن عثیمین کی رائے پر بات ختم کی جاتی ہے۔

میت کے لیے قربانی کی دو قسمیں ہیں:

1۔ (پہلی) یہ کہ شرعی قربانی ہو اور وہ یہ ہے کہ جو عیدالاضحیٰ میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کی جاتی ہے اور اس کا ثواب میت کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس سے بھی افضل یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے اور اس کے ساتھ زندہ اور فوت شدہ (افراد) کی بھی نیت کر لے تو تبعاً میت بھی اس میں شامل ہو جائے گی کیونکہ نبی ﷺ نے صرف اپنے گھر کے فوت شدگان میں سے کسی طرف سے قربانی نہیں کی۔

آپ ﷺ کی تین بیٹیاں زینب، ام کلثوم اور رقیہؓ جو آپ کو بیویوں میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، آپ نے ان کے لیے بھی قربانی نہیں کی اور اسی طرح خدیجہؓ جو آپ کی بیویوں میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، آپ نے ان کے لیے بھی قربانی نہیں کی اور اسی طرح آپ کی چچا حضرت حمزہ جو جنگ احد میں شہید کر دیئے گئے تھے، آپ نے ان کی طرف سے بھی قربانی نہیں کی۔ ہاں! آپ ﷺ نے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں (مجموعی طور پر زندہ یا فوت شدہ) کی طرف سے قربانی کی ہے۔

2۔ غیر عیدالاضحیٰ میں میت کی طرف سے جانور ذبح کرنا جیسا کہ بعض جاہل لوگ ایسا کرتے ہیں کہ میت کے لیے اس کی وفات کے ساتویں روز جانور ذبح کیا جاتا ہے یا اس کی وفات کے چالیسویں روز یا اس کی وفات کے تیسرے روز، یہ بدعت ہے اور جائز نہیں کیونکہ یہ ایسے بے فائدہ کام ہیں جن میں مال کا ضیاع ہے، جس میں نہ تو دینی فائدہ ہے اور نہ دنیاوی بلکہ دینی نقصان ہے اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔،،

(فتاویٰ منار الاسلام 2: 411، منقول از جریدہ محدث، لاہور، عدد 277)

میت کی طرف سے کون کون سے اعمال کیے جا سکتے ہیں، ان کا جواب اگلے سوال کے ضمن میں آ جائے گا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ صراط مستقیم

حج و قربانی کے مسائل، صفحہ: 334

محدث فتویٰ